حکمران اور عوام کی ذمہ داری

حزب التحریر کی خواتین ممبران
ولایہ پاکستان

فہرست

تعارف - اُبھرتی ہوئی خلافت

باب اول - ذمہ داری کی بنیاد

باب دوم - حکمران کی ذمہ داریاں

باب سوئم - عوام کی حکمران سے متعلق ذمہ داریاں

حزب التحریر کی خواتین ممبران کی جانب سے نصیحت

بسم الله الرحمن الرحيم

تعارف: اُبھرتی ہوئی خلافت

ریاستِ خلافت کا دوبارہ قیام عنقریب انشاءاللہ حقیقت میں تبدیل ہونے جا رہا ہے۔ آج امت مسلمہ کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کے دوبارہ قیام ونفاذ کی دعوت سے متاثر نہ ہو۔ اب اُمت یہ سمجھ گئی ہے کہ خلافت کا قیام نہ صرف اس پر فرض ہے بلکہ اس دنیا میں اسلام کے مکمل اور جامع نفاذ کا واحد ذریعہ بھی یہی ہے۔ سیکولر جمہوری سرمایہ داریت، جس کے تباہ کن نتائج نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ غیر مسلم اقوام کو بھی سنگین مسائل سے دوچار کر رہے ہیں، اس کا واحد متبادل ریاستِ خلافت ہی ہے۔ شام، مصر، پاکستان، ترکی یا مسلم دنیا کے کسی بھی حصے میں اللہ کے اِذن سے اس کی آمد بس کچھ ہی مدت کی بات ہے۔

ہمارے حکمران اپنے مغربی استعماری آقاؤں کی اطاعت میں، امت کی نشاۃ ثانیہ اور دینِ اسلام کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ برسوں سے مسلمان، جمہوری حکمرانوں اور مسلط کیے گئے بادشاہوں یا فوجی آمروں کے ہاتھوں پس رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اپنی عوام سے وفاداری کے بجائے یہ حکمران اپنے عہدے مغربی طاقتوں کی خدمت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، وہ مغربی طاقتیں جو انکی تربیت اور حمایت کرتی ہیں، اور ان کی بے حساب مالی مدد بھی کرتی ہیں اور خطے میں انکا راج قائم رکھنے میں ان کو بھرپور معاونت فراہم کرتی ہیں۔ کبھی یہ عہدے لندن یا واشنگٹن میں کیے گئے خفیہ معاہدوں اور الیکشن کے طے شدہ نتائج کے ذریعے محفوظ کر لیے جاتے ہیں اور کبھی مغرب کی ایماء پر کیے جانے والے فوجی انقلاب کے ذریعے حاصل کیے

جاتے ہیں لیکن دونوں صورتوں میں مغرب کی اجارہ داری اور غیر اسلامی نظام کا نفاذ جاری رہتا ہے۔

اب جبکہ اِن موجودہ بدکردار حکمرانوں کے خاتمے کا وقت قریب آ چکا ہے تو یہ اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ اپنے تخت کو بچانے کے لیے ہم سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کر رہے ہیں، جب کہ یہ خود دیدہ دلیری سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ ہم سے وفاداری کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں سے اور اپنے دین سے غداری میں یہ خود سب سے آگے ہیں۔ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ حکمران یہاں کی خواتین پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستانی معاشرے میں اسلام کے تحفظ کے لیے یہاں کی متقی اور معزز خواتین نے ہمیشہ بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

ہر مسلمان عورت کو، جو کہ اگلی نسل کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے، اس بات کی سمجھ ہونا لازم ہے کہ سارے مسلمانوں کا سچا اور مخلص حاکم صرف ان کا خلیفہ ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ ماں کی گود سے ہی اُمت کے ہر بیٹے اور بیٹی کو حکمران کے فرائض اور حکمران کے حوالے سے اُمت کے فرائض کا علم حاصل ہو جائے۔ جس حاکم کو اللہ کا خوف ہو وہ قرآن وسنت کے مطابق حکمرانی کرتا ہے، اور خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مسلمانوں پر حکمرانی ایک امانت، ایک ذمہ داری ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی امانت جس کے لیے اس زندگی میں وہ عوام کے سامنے اور یوم آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔

اِس کتابچے میں حکمران اور عوام کے درمیان تعلق کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ، اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ایک مضبوط اسلامی معاشرے کے لیے اس تعلق کی کتنی اہمیت ہے۔ یہ کتابچہ ایک انتہائی اہم موضوع کا تعارف ہے۔ اِس میں اس بنیادی نکتے کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کی کیا ذمہ داری ہے اور خاص کر عوام کے حوالے سے حکمران کی اور حکمران کے

حوالے سے عوام کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے خلافت کی واپسی ہوگی، تو اُمت پر لازم ہوگا کہ اسے اپنے دانتوں کی گرفت سے پکڑ لے، تاکہ وہ تباہ کن حالات دوبارہ ہم پر مسلط نہ ہوسکیں جو اسلامی خلافت کی غیر موجودگی میں ہم آج بھگت رہے ہیں۔

اس حقیقت کا ادراک ہمارے لیے نہایت ضروری ہے کہ یہ حکمران، جو آج مسلم ممالک پر قابض ہیں، اور عوام سے اپنی اطاعت کا مطالبہ بھی کررہے ہیں، یہ اسلام کے مطابق مسلم اُمت کے جائز اور شرعی حکمران نہیں ہیں۔ یہ نفاذِ اسلام کے شرعی عقد، یعنی ''بیعت'' کے ذریعے اور عوام کی رضامندی سے حکومت میں نہیں آئے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے شرعی حکمران کے عہدے پر غاصبانہ قبضہ کررکھا ہے۔ یہ سخت ظالم ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی بنیاد پر غیر اسلامی نظاموں کو نافذ کرتے ہیں اور انہوں نے ہی استعماری طاقتوں کو مسلم اُمت کا خون چوسنے اور اُن پر ظلم ڈھانے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ لازم ہے کہ ان کا احتساب ہو اور انہیں ان کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔ ہم باعزت مسلم خواتین ہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم انہیں مسترد کردیں اور اس لازمی امر کے لیے اپنے مردوں کی بھی ہمت بڑھائیں اور اُن کا ساتھ دیں۔ یہ مسلم اُمت پر فرض ہے، جس کو پورا کیے بغیر مسلمان قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہونگے، اور اس منکر پر خاموش رہنے کے گناہ عظیم سے بری الذمہ نہیں ہوسکیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اِنَّ النَّاسَ اِذا رَأَوُا الظَالِمَ فَلَمْ یَاخُذُوا علی یَدَیْہِ أوْشَکَ أن یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ بعِقاب))

''اگر لوگ ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کردیں'' (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

باب اول: ذمہ داری کی بنیاد

ہمارے رب، ہمارے خالق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا:28)

مسلمان دین پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے اس زمین پر غالب ہونے کے لیے نازل کیا گیا ہے تا کہ قیامت تک تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں پر اس کی حکمرانی قائم کی جائے۔ مسلمان اسلام پر اپنے ایمان کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ اسلام پر عمل کا ایک اہم حصہ یہ ہے کہ مسلمان اِس بات کو سمجھیں کہ نہ صرف انفرادی معاملات میں بلکہ معاشرے پر بھی اسلام کا نفاذ فرض ہے اور اِس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔

اسلامی شخصیت کی بنیاد عقیدہ ہوتی ہے جو زندگی کے بارے میں اس کا بنیادی نکتہ نظر ہوتا ہے۔ سارے افکار اور سارے جذبات اسی عقیدے پر قائم ہوتے ہیں، یوں ایک مسلمان کی اسلامی شخصیت اسی اسلامی عقیدے پر تعمیر ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ، محمد ﷺ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ پر نازل کیے گئے قرآن پاک کے معجزہ ہونے پر یقین ہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ شخصیت تعمیر ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ زندگی کے متعلق ایک مسلمان کی ساری سوچ اور اس کے سارے جذبات اس کے علاوہ کسی اور بنیاد پر نہ ہوں۔ وہ سات بنیادی نکات جو ہمارے عقیدے

کے بنیادی ارکان ہیں ان میں سے ایک یوم آخرت پر ایمان ہے۔ یوم آخرت پر ایمان ہمارے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونے کا تصور راسخ کر دیتا ہے۔ ایک مسلمان دنیا کی زندگی کو اللہ ﷻ کی عبادت سمجھتا ہے، لہٰذا ہر عمل میں اللہ ﷻ کی اطاعت اس پر لازم ہو جاتی ہے اور اسی حوالے سے قیامت کے دن اس کا احتساب ہوگا۔

اسلام کے بارے میں ذمہ داری کامل ہے، جزوی نہیں:

اسلام جامع اور مکمل دین ہے۔ اسلامی شریعت میں وہ احکامات بھی ہیں جو بندے کا اس کے رب سے تعلق قائم کرتے ہیں اور وہ احکامات بھی جو معاشرے میں انسانوں کے مابین ہونیوالے ہر قسم کے تعلقات کو منظّم کرتے ہیں، خواہ وہ سیاسی، معاشی، عدالتی یا معاشرتی ہوں، یا تعلیم اور خارجہ پالیسی سے متعلق ہوں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

﴿أَفَغَيْرَ اللّهِ أَبْتَغِىْ حَكَماً وَهُوَ الَّذِىْ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلاً﴾

''کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک واضح کتاب اُتاری ہے۔'' (الانعام: 114)

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِىْ الكِتَابِ مِن شَىْءٍ﴾

''ہم نے اس کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی'' (الانعام: 38)

ریاستِ خلافت میں سارے قوانین قرآن اور سنتِ رسول ﷺ سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ ہر قانون کی بنیاد شرعی دلیل پر ہوتی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو نئے مفتوحہ علاقوں پر حکمرانی کے لیے والی (گورنر) کی حیثیت سے روانہ کرتے تھے تو اُن سے دریافت کرتے تھے کہ وہ کیسے حکمرانی کریں گے تا کہ اُن میں اسلام کے درست فہم کی تصدیق ہو سکے۔ بیہقی، امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ سے روایت ہے:

((أن رسول اللّٰه ﷺ لما بعث معاذًا إلى اليمن قال له: كيف تقضي إذا عرض لک قضاء قال: أقضي بكتاب اللّٰه قال: فإن لم تجده في كتاب اللّٰه قال: أقضي بسنة رسول اللّٰه قال: فإن لم تجده فى سنة رسول اللّٰه قال: أجتهد برأيي لا آلو قال: فضرب بيده فى صدرى و قال: الحمد للّٰه الذي وفق رسول رسول اللّٰه لما يرضي رسول اللّٰه))

''جب رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ کو یمن بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو تم فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب سے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ اگر تمہیں اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا تو پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا کہ پھر میں (قرآن وسنت کی بنیاد پر) اجتہاد کروں گا، اپنی مقدور بھر کوشش کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا، ''تمام حمد وثناء اللہ کے لئے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی یوں مدد کی جس سے اللہ کے رسول ﷺ کو خوشی ملی۔''

یہ حدیث ایک بہت واضح مثال ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اشیاء اور اعمال کے بارے میں حکم کے متعلق صرف قرآن وسنت ہی کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اسلام نے زندگی کے امور سے متعلق صرف بنیادی نوعیت کے اصول دیے ہیں اور تفصیلات انسانوں پر چھوڑ دی ہیں کہ وہ اپنی عقل کی بنیاد پر صحیح اور غلط کا تعین کرنے کے مجاز ہیں۔ ریاستِ خلافت میں ہر قانون، نظام اور دستوری دفعات کا ماخذ قرآن وسنت ہیں یا جس کی طرف وہ رہنمائی کریں یعنی اجماعِ صحابہؓ اور قیاس۔

ذمہ دار کون ہے؟

تمام انسان شرعی قوانین کے مخاطب ہیں۔ اور حکمِ شرعی کی تعریف یہ ہے کہ ''بندوں

کے اعمال کے بارے میں شارع (اللہ) کا خطاب ہے (خطاب الشارع المتعلق بافعال العباد)''۔ قوانین اُس مکلّف کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کے بارے میں جوابدہ ہے۔ مکلّف وہ ہوتا ہے جو عاقل ہو، بالغ ہو، اور ذمہ داری کو نبھانے پر قادر ہو۔ مکلّف اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ صرف اور صرف اسلامی قوانین کے مطابق ہی اعمال سرانجام دے جن کے لیے وہ جوابدہ ہے۔ قرآن نے کئی جگہ پر واضح اور فیصلہ کن الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ابنِ آدم کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ (چارہ) نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً﴾

''اور (دیکھو) کسی مومن مرد یا عورت کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یادرکھو) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔'' (الاحزاب:36)

اور فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

''اور تمہیں جو کچھ رسولؐ دیں، لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔'' (الحشر:7)

اور فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

''سنو جو لوگ حکمِ رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا کہیں انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔'' (النور:36)

مندرجہ بالا آیات غلطیوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ اور ان کی پاداش میں ملنے والی سزا کو بیان کررہی ہیں جن سے ان آیات میں موجود قطعی حکم کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تمام آیات اس بات کا مکمل ادراک فراہم کررہی ہیں کہ مکلّف کے لئے فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کے بارے میں احکامات و ہدایات صرف اور صرف اسلام ہی سے اخذ کرے اور کوئی بھی چیز اسلام کے علاوہ کسی اور ذریعے سے حاصل ہو تو اسے مسترد کردے۔

مکلّف کس طرح ذمہ دار ہے؟

مکلّف اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق ہی اپنے تمام اعمال سرانجام دے۔ اسکا مطلب ہے کہ مکلّف کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اسلام کے بجائے اپنی عقل اور خواہشات کو بھی کسی عمل کے لیے پیمانہ بنائے۔ اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس کی اجازت ہے کہ وہ کوئی بھی چیز اسلام کے بجائے کفر سے لے، یہ جواز پیش کر کے کہ یہ اسلام سے متصادم نہیں۔ اعمال کے بارے میں اسلامی قاعدہ یہ ہے کہ؛ **(الأصل فى الأفعال التقيد بالحكم الشرعى)** ''اعمال دراصل حکمِ شرعی سے مقید ہیں''۔ یہ شرعی قاعدہ کئی اسلامی دلائل سے ثابت ہے۔ مسلمان کے لئے کوئی ایسا عمل کرنا جائز نہیں جو قرآن وسنت سے اخذ شدہ شرعی دلائل کی بنیاد پر نہ ہو۔ مکلّف پر یہ لازم ہے کہ وہ کوئی عمل کرنے سے قبل یہ اطمینان کرلے کہ اس کا عمل اسلامی رائے کے مطابق ہے۔

اسلام کا دوسرا قاعدہ اشیاء کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ: **(الأصل فى الأشياء الاباحه)** ''اشیاء عام طور پر میں مباح ہیں''۔ اسکا مطلب ہے کہ اشیاء مباح ہیں (انکی اجازت ہے) جب تک کوئی شرعی نص اس کے ممنوع ہونے کی دلیل نہ ہو، مثلاً تمام کھانے کی اشیاء کی اجازت ہے مگر اسلام مردار کی ممانعت کرتا ہے۔ ان قواعد کو غلط معنوں میں نہیں لیا جاسکتا۔

مثلاً یہ کہنا کہ جمہوریت کوئی چیز ہے سو یہ اپنی اصل میں جائز (مباح) ہے۔ جمہوریت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان کی عقل اور خواہشات کے ذریعے حکمرانی کرنے کا عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکی اجازت نہیں کیونکہ اسلام میں حکمرانی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے ذریعے ہی کی جاسکتی۔ قرآن وسنت سے حکم کس طرح نکالا جائے گا اس کی تربیت آپ ﷺ نے خود مسلمانوں کو دی اور زندگی کے تمام امور پر اسلام کو نافذ کرنے کا طریقہ بتایا جسے مسلمانوں نے اپنی آنے والی نسلوں میں منتقل کیا۔ اِن تمام علوم اور احکامات کے مجموعے کو اسلامی فقہ کہا جاتا ہے۔ اسلام محض عمومی اصولوں اور ہدایات کا مجموعہ نہیں کہ تفصیلات کے لیے انسان کو مجبوراً اپنی عقل اور اپنی خواہشات سے حکم بنانا پڑے۔ بلکہ اجتہاد وہ طریقہ ہے جس سے اسلامی دلائل کی بنیاد پر احکامات اخذ کئے جاتے ہیں۔ اسلام مجتہد پر لازم کرتا ہے کہ وہ اشیاء اور اعمال کے متعلق حکم جاننے کے لیے قرآن وسنت کے فہم کو بھرپور طریقے سے استعمال کرے۔ یہ بات اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ شارع انسان نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان صرف اللہ کا غلام ہے، اپنی عقل اور خواہشات یا دوسرے انسانوں کا غلام نہیں۔ مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ نہ مسلمانوں کے خلیفہ اور نہ ہی مجلسِ امت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرے بلکہ خلیفہ کا کام اپنی ذاتی پسند یا ناپسند سے قطع نظر محض اسلام سے جائز اور ناجائز کو معلوم کرنا اور اسے نافذ کرنا ہے، اور مجلس امت کا کام اسلام کے نفاذ کو یقینی بنانا اور خلیفہ کا محاسبہ کرنا ہے۔

مسلمان تو صرف قرآن وسنّت کی طرف ہی رجوع کرتا ہے اور ان سے اخذ شدہ احکامِ شریعہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اعمال کے بارے میں احکاماتِ شریعہ کو پانچ مخصوص اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے؛ فرض، مندوب، مکروہ، مباح اور حرام۔ اسلامی دلائل میں اہم احکامات یا اعمال کی وضاحت ان کی جزا اور سزا اور فرد و معاشرے پر ان کے اثرات کے اعتبار سے کی گئی ہے؛ جیسا کہ جہاد کا فرض، جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا ہے جبکہ کسی مسلمان کو قتل کرنا یا سود کا لین دین

کرنا بہت بڑے گناہ ہیں۔ آج ''فرض'' اور ''حرام'' کے الفاظ بہت ہی ڈھیلے ڈھالے معنی لئے ہوئے ہیں، جیسے کہ ''کسی کام یا چیز کو ترجیحاً کرنا فرض ہے'' اور ''حرام جیسے کہ کسی کام یا چیز کا ترک کرنا بہتر ہے''۔ اس صورت حال نے مسلمانوں کے ذہن میں فرض اور حرام کی حیثیت اور گناہ کے ساتھ اس کے تعلق کو کمزور کر دیا ہے ،لہٰذا مسلمانوں کی زندگی میں اس حوالے سے سنگین لاپرواہی اور کوتاہی نظر آتی ہے۔ آج اس تصور کی اصلاح کرنا ضروری ہے تاکہ شریعت میں ''فرض'' اور ''حرام'' کے معنی اور لازمیت واضح ہو سکے۔ ہر مسلمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان الفاظ (یعنی فرض اور حرام) کی واقعتاً کیا حیثیت ہے،جس پر قیامت کے دن ان کا محاسبہ کیا جائے گا۔ شرعی احکامات کے پانچ اقسام کی تفصیل یوں ہے:

1) فرض: مکلّف پر لازم ہے کہ فرائض کی سختی سے پابندی کرے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا اور قیامت کے دن اس کی پکڑ ہوگی۔ جیسے فرض نماز کی ادائیگی ،فرض روزے، زندگی میں ایک بار حج ،حکمران کا محاسبہ،ایک خلیفہ کے تحت اسلام کی حکمرانی تلے تمام امت کا متحد ہونا۔

2) مندوب (نفل): وہ احکامات ہیں جنہیں ترجیحاً ادا کرنے کا حکم ہے مگر یہ فرض نہیں ہیں۔ ان کی ادائیگی درجات کی بلندی اور آخرت کے اجر وثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگی جبکہ ان کا ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں ہے،جیسا کہ نماز کے نوافل،نفلی روزے، یا مسلمان کو اپنی باری دے دینا وغیرہ۔

3) مباح (جسکی اجازت ہو): یہ وہ احکامات (اعمال) ہیں،جنہیں کرنے یا نہ کرنے کا اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے اور دونوں صورتوں میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی گناہ، جیسے ہاتھ میں گھڑی پہننا یا نہ پہننا۔

4) مکروہ (ناپسندیدہ): یہ وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اگر ہم ان اعمال سے اجتناب کریں تو ثواب ہوگا اور اگر انھیں اختیار کریں تو گناہ نہیں ہے، جیسے اوندھے منہ لیٹنا۔

5) حرام (ممنوع): یہ وہ اعمال ہیں جن سے مکلّف کو لازماً بچنا ہے اور مکمل ترک کر دینا ہے۔ ان کا نہ کرنا اجر و ثواب کا باعث اور کرنا گناہ اور عذاب کا موجب ہے جیسے کفر کے ذریعے حکمرانی، مسلمانوں پر ظلم و ستم، غیبت، خیانت۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها، وحد حدوداً فلا تعتدوها ونهى عن اشياء فلا تنتهكوها، وسكت عن اشياء رخصة لكم ليس بنسيان فلا تبحثوا عنها))

''یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرائض مقرر کیے ہیں تو ان سے غفلت مت برتو، اور حدود مقرر کیں ہیں تو انھیں پار مت کرو، اور کچھ چیزوں کو ممنوع قرار دیا ہے تو انھیں مت اختیار کرو، اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے، تمہاری آسانی کے لیے، نہ کہ بھول جانے کی وجہ سے، لہٰذا ان کے متعلق سوال مت کرو''۔

ایک ذمہ دار انسان زندگی کو اسی طرح گزارتا ہے۔ اگر ہم غیبت اور بدگوئی کریں گے تو گناہ گار ہوں گے اور اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے اور حکمران کا محاسبہ کریں گے تو اجر کے مستحق ہوں گے۔ سود لیں گے تو اللہ کی ناراضگی اور عذاب ملے گا اور اگر صدقہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ کے انعام کے حقدار ہونگے۔ حکمران کا محاسبہ کرنا ہم پر فرض اور اللہ کی رضا اور عظیم ثواب کا باعث ہے اور اس سے لاپرواہی برتنا یا اس سے احتراز کرنا سزا کا موجب ہے۔ اور ہمیں یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ایک مسلمان کو فرائض سے لاعلمی یا اللہ کے احکامات سے عدم واقفیت کو اپنے لیے عذر نہیں بنانا چاہیے۔ مسلمان کے لئے یہ فرضِ عین ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم جانے۔ اگر ایک شخص دنیا کا علم حاصل کرے لیکن اپنی زندگی کے متعلق اللہ کے احکامات کو جاننے کی کوشش ہی نہ کرے تو کیا وہ اللہ کے سامنے اپنی اس لاعلمی کو عذر کے طور پر پیش کر سکے گا؟! یہ مکلّف کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاملات کے بارے میں اللہ کا صحیح حکم معلوم کرے اور پھر اس پر سختی سے کاربند ہو جائے، خواہ ایک باپ ہو یا ماں، نوکر ہو یا مالک، حکمران

ہو یا محکوم سب کو یہ جاننا لازم ہے کہ اسلام کے احکامات کے مطابق ان کی اپنی اپنی حیثیتوں میں ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔

فرض کی ادائیگی میں ثابت قدمی:

مسلمان کے پاس فرض کی ادائیگی کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ادائیگی ہم پر لازم کی ہے اور ہم اس بارے میں کسی بھی کوتاہی پر جوابدہ ہیں۔ فرائض سے غفلت کا وبال قیامت کے دن ہماری گردنوں کو جکڑے ہوئے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الله سبحانه قال ...ابن آدم لن تدرک ما عندي إلا بأداء ماافترضته عليك))

''اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے... اے ابن آدم! جو باتیں میں نے تجھ پر فرض کی ہیں تو انہیں پورا کیے بغیر وہ حاصل نہیں کرے گا جو میرے پاس ہے (یعنی جنت)۔''

فرائض کی ادائیگی کی راہ میں آنے والی مشکلات اس کو ادا نہ کرنے کا بہانہ نہیں بن سکتیں اور نہ ہی یہ فرض کو چھوڑنے کا معقول جواز ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا مغربی ممالک میں ایک مسلمان عورت خمار اور جلباب کو اس ڈر سے پہننا ترک نہیں کرسکتی کہ کوئی کافر اُس پر حملہ کردے گا یا اسکول، کالج کی پڑھائی اور امتحانات میں تھکاوٹ کی وجہ سے ایک مسلمان فرض روزے نہیں چھوڑ سکتا یا کام میں خلل پڑنے کی بنا پر مسلمان فرض نمازوں کی بروقت ادائیگی سے روک نہیں سکتا اور نہ ہی حکومتی غنڈوں کے خوف سے ایک مسلمان اپنی زبان بند کرے گا یا حکمرانوں کا محاسبہ کرنے سے رُک جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت کے راستے میں بے شمار مشکلات اور اذیتیں برداشت

کیں لیکن رُکے نہیں کیونکہ اس کام کو جاری رکھنا آپ ﷺ پر فرض تھا۔ صحابہ کرامؓ بھی اس دین کی سچائی کو جان لینے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے عائدکردہ تمام فرائض کی ادائیگی میں جُت گئے اوراس راہ میں ہونے والے مال ودولت کے نقصانات، اذیتوں اورتکالیف کی پرواہ نہ کی، حتیٰ کہ جان کی قربانی سے بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہی فہم اورجذبہ اُمت مسلمہ میں خلافت کے دور میں نظر آتا ہے بلکہ اس کے بعد کے مسلمانوں میں بھی۔ حتیٰ کہ آج ہم یہ صورتِ حال دیکھ رہے ہیں کہ امت کے بیٹے اور بیٹیاں اسلام کے نفاذ کے لیے ایجنٹ حکمرانوں ظلم وستم کا مقابلہ کررہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ﴾

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے جوان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہوگزرے ہیں، اُنہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دیئے گئے، حتیٰ کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔'' (البقرہ: 214)

حضرت مصعبؓ بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جنھوں نے رسول ﷺ سے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ کون لوگ آزمائے جاتے ہیں؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الأنبياء، ثم الأمثل فالأمثل ، فيبتلى الرجل على حسب دينه فإن كان في دينه صلابا اشتد بلاؤه ،وإن كان في دينه رقة ابتلى على حسب دينه، فما يبرح البلاء بالعبد حتى يتركه يمشي على الأرض ما عليه خطيئة))

'' انبیاء ، پھر وہ (لوگ) جو اُن سے بہت مشابہت رکھتے ہیں (خصلت میں)، اوراسی طرح

آ گے بھی۔ ہر شخص اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔اگر اس کا دین ٹھوس (مضبوط) ہوگا تو اس کی آزمائش بڑھ جائے گی اور اگر اس کے دین میں کچھ نرمی (کمزوری) ہوگی تو اُسے اُس کے دین کے مطابق آزمایا جائے گا۔ لہٰذا انسان اس وقت تک آزمایا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس زمین میں چلے گا اور اس پر کوئی گناہ موجود نہ ہوگا''۔

ہم اپنے ایمان کو مضبوط کیے بغیر ان آزمائشوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قوانین کو مکمل طور پر نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے قربت اختیار کریں۔ ثابت قدمی سے اطاعت کرتے ہوئے ہی ایمان کی مضبوطی اور مزید اطاعت کا جذبہ حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ درج ذیل آیت میں واضح بیان ہے؛ مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہی بے چوں چرا اطاعت کرتا ہے:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِيْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا﴾

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم یہ (لوگ) مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام اختلافات میں آپ کو منصف نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دِلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کر لیں۔'' (النساء :65)

ایک مسلمان عبادات مثلاً، تلاوتِ قرآن، تہجد کی نماز، نفلی روزے اور اسی طرح کے دیگر اعمال کے زریعے اپنے اندر اسلام سے رغبت بڑھاتا ہے۔ مسلمان اِن مندوبات کو فرائض کے بدل کے طور پر ادا نہیں کرتا بلکہ ان کی مدد سے اپنے اندر فرائض کی ادائیگی کے لیے طاقت کو بڑھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الله سبحانه قال: من اهان لی ولیاً فقد بارزنی فی العداوة، ابن آدم لن تدرک ما عندی الا بأداء ماافترضته علیک، ولایزال عبدی یتحبب الی

بالنوافل حتی أحبه،فأکون قلبه الذی یعقل به،ولسانه الذی ینطق به، وبصره الذی یبصر به، فاذا دعانی أجبته،واذا سألنی أعطیته،واذا استنصرنی نصرته،وأجب عباده عبدی الی النصیحه))

''اللہ ﷻ کا فرمان ہے کہ؛اے ابن آدم! جو باتیں میں نے تجھ پر فرض کی ہیں تو انہیں پورا کیے بغیر وہ حاصل نہیں کر سکے گا جو میرے پاس ہے (یعنی جنت) ۔میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر میں اس کا قلب بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے، زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے،نظر بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پس جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں، جب وہ میری مدد کا خواستگار ہوتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں اور میرے بندے کی جو عبادت مجھے سب سے محبوب ہے وہ مخلص نصیحت ہے''۔(الطبرانی نے الکبیر میں اس حدیث کو روایت کیا)

اور ہماری ساری کوششوں کے باوجود بھی اگر ہم سے کوئی نافرمانی ہو جائے، بھول چوک سے یا بہت مجبوری کی حالت میں فرض چھوٹ جائے،تو جلد ہمیں اللہ ﷻ سے مغفرت مانگنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((ان اللّٰہ وضع عن امتی الخطأ،والنسیان،وما استکرھوا علیه))

''بے شک اللہ نے میری اُمت کو معاف کر دیا ہے، اُن کی غلطیاں، بھول چوک اور جو کچھ (گناہ) اُن سے زورزبردستی سے کروایا جائے۔''(سنن ابن ماجہ)

ہر مکلّف کی مخصوص ذمہ داریاں ہیں:

مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے پر اور ہر حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کے

بارے میں اسلام کے احکامات کا علم حاصل کرے اور اُس کے مطابق عمل کرے۔ ہم اپنی زندگی میں مختلف حیثیت اختیار کرتے ہیں اور کچھ ذمہ داریاں ایسی ہیں جو چند لوگوں کے حصے میں ہی آتی ہیں۔ مثلاً ایک مسلمان اپنے والدین سے سلوک کے بارے میں ذمہ دار ہے اور اس کا ان کے حوالے سے محاسبہ ہوگا۔ جب وہ شادی کرتا ہے تو ایک شوہر کی حیثیت سے وہ ذمہ دار ہے اور بیوی کی حفاظت، اس کی ضروریات کو پورا کرنے اور اس کے ساتھ محبت اور مہربانی کا سلوک کرنے کے حوالے سے اس کا محاسبہ ہوگا۔ جب وہ باپ بنتا ہے تو ایک باپ کی حیثیت سے اولاد کی ضروریات کو پورا کرنے اور اس کی درست تعلیم و تربیت کی نگرانی کرنے کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور ایک مسلمان جب بیعت کے ذریعے حکمرانی کے عہدے پر فائز ہوتا ہے تو وہ ایک حکمران کی حیثیت سے ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اب وہ حدود اللہ کے نفاذ، محصولات (زکوۃ، عشر، خراج وغیرہ) کی جمع و تقسیم، غیر مسلم اقوام کو اسلام کی دعوت اور غیر مسلم حربی کفار کے خلاف جنگی حکمت عملی اختیار کرنے اور اسی طرح دیگر اعمال کے بارے میں ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((کلکم راع کلکم مسئول عن رعیته فالامام الذی علی الناس راع و هو مسئول عن رعیته و الرجل راع علی اهل بیته و هو مسئول عن رعیته و المراة راعیة علی اهل بیت زوجها و ولده و هی مسئوله عنهم و عبد الرجل راع علی مال سیده و هو مسئول عنه الا فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته))

”تم میں سے ہر ایک راعی (نگران) ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں مسئول (جوابدہ) ہے۔ خلیفہ یا امام لوگوں پر نگران ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد پر نگران ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے، غلام اپنے مالک کے مال پر نگران ہے اور اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔ بے شک! تم میں سے ہر ایک راعی (نگران) ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں مسئول (جوابدہ) ہے۔“ (صحیح مسلم)

لہٰذا جب ایک شخص مسلمانوں کا خلیفہ بننے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے تو اس پر وہ سارے فرائض عائد ہوجاتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک حکمران کے لیے نازل ہوئے ہیں اور اللہ کے سامنے وہ اُن ساری ذمہ داریوں کے لیے جوابدہ ہے جن کو ادا کرنے کا اُس نے بیعت کے ذریعے عہد کیا ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں صورتِ حال بالکل مختلف ہے جہاں حکمرانوں نے کفریہ استعماری نظام کے ذریعے مسلم اُمت پر اپنی غاصبانہ حکومتیں جما رکھی ہیں۔ اس نظام میں قوانین انسان کی مرضی اور خواہش سے بنائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس نظام کے حوالے سے یہ بات درست ہے کہ اقتدار انسان کو ظالم بنا دیتا ہے، بلکہ اس نظام میں ظالم لوگ ہی مسندِ اقتدار سنبھالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ حکمرانوں میں بے انتہا کرپشن اور عوام کے بارے میں اُن کا انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ واضح ہے۔ اسلام کے نظام میں خلیفہ کو مسلمانوں پر اقتدار حاصل ہوتا ہے لیکن وہ اپنی مرضی یا خواہش سے قوانین جاری نہیں کرسکتا۔ قوانین صرف قرآن وسنت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکامات سے ہی اخذ ہوتے ہیں۔ خلیفہ خود بھی ان احکامات کا پابند ہوتا ہے، اسکو ان سے کوئی استثناء حاصل نہیں اور ان قوانین کے بجائے کچھ اور نافذ کرنے پر اس کو اس عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کی طرح اس پر بھی لازم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مکمل اطاعت کرے، ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی اور اسی سے اجر وثواب کا طالب رہے۔

باب دوم: حکمران کی ذمہ داریاں

اسلام میں ہر رنگ ونسل اور علاقے سے قطع نظر پوری اُمتِ مسلمہ کیلئے ایک ہی حکمران ہوتا ہے۔ پوری اُمتِ مسلمہ کا جائز حکمران وہی ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھ پر اہلِ حل وعقد (وہ لوگ جو اُمت کی نمائندگی کرتے ہیں) بیعت کریں۔ ہمارے موجودہ حکمران غاصب ہیں کیونکہ انہیں امت پر اسلام کے ذریعے حکمرانی کی بیعت نہیں دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جائز حکمران کی شرائط اور ساتھ ہی اس کے کردار اور اس کی ذمہ داریوں کو واضح بیان کر دیا ہے۔ ہمارے لئے مغربی حکمران یا جھوٹے اور بدعنوان امریکی صدر، جن کے آگے ہمارے حکمران سجدہ ریز رہتے ہیں، قابلِ تقلید نمونہ نہیں بلکہ ہمارے لیے مثالی کردار تو وہ خلفاءِ راشدین ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے ایسے مسلم حکمران کی مثال قائم کی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف رکھتا ہے اور اپنے ہر عمل کے لئے قران وسنت کو بنیاد بناتا ہے۔

دین کا نفاذ، حفاظت اور ترویج:

امت کا حکمران دین کا نفاذ، حفاظت اور ترویج اسلام کے احکامات کے مطابق کرتا ہے۔ ریاستِ خلافت کے آئین اور قوانین اسلامی دلائل کے مطابق اسلام سے ہی اخذ ہوتے ہیں۔ اسلام نے امت کو ایسی ریاست کے قیام کا حکم دیا ہے جس کا دستور اسلام کے احکامات پر مبنی ہو۔ خلیفہ اسی دستور اور قوانین کی تبنّی کے ذریعے دین کا نفاذ، حفاظت اور ترویج کرتا ہے۔ خلیفہ آمر نہیں ہوتا کیونکہ حاکمیتِ اعلیٰ حاکم کے لئے نہیں بلکہ اللہ ﷻ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

خلیفہ کی ذمہ داری صرف اُن احکام کی تبنّی (اختیار) کرنا ہے جو معاشرے کے تمام نظاموں، یعنی حکومتی، معاشی، معاشرتی، عدالتی، تعلیمی اور خارجہ پالیسی کا احاطہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾

''اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہیں کرتے پس وہ ظالم ہیں'' (المائدہ: 45)

اس کے بالکل متضاد موجودہ حکمران ظالم و جابر ہیں۔ یہ ظالم و جابر حکمران جو آج ہمارے سروں پر مسلط ہیں، یہ نہ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی یہ اُن مسلمانوں کی ذرّہ برابر بھی پرواہ کرتے ہیں، جن پر وہ نگران ہیں، اور جن کے لئے وہ ذمہ دار ہیں۔ وہ نہ ہی اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ کفر کو نافذ کر کے وہ عظیم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اُمت کے وہ وسائل جن سے اللہ نے اسے نوازا ہے اسے ناحق ضائع کر رہے ہیں۔ انہیں صرف اپنے کافر آقاؤں کی خوشنودی مطلوب ہے جس کے لئے وہ پاکستان جیسے مسلم ملک جس کی افواج دنیا میں ساتویں نمبر پر ہیں، جو جوہری ہتھیار سے لیس ہے، کثیر وسائل و ذخائر سے مالا مال ہے، کو تباہی اور انتشار کی آماجگاہ بنانے میں مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمۡ تَرَ إِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُواۡ نِعۡمَةَ اللّٰهِ کُفۡرًا وَأَحَلُّواۡ قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ O جَهَنَّمَ یَصۡلَوۡنَهَا وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ﴾

''کیا تم نے اُنہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا، وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' (ابراھیم: 28,29)

ان بدعنوان حکمرانوں کو ہٹا کر خلیفہ کی تقرری کی جائے گی، جو اسلام کے ذریعے حکمرانی کرے گا جس میں تمام معاشرتی مسائل سے متعلق قوانین کی تبنّی بھی شامل ہے، تو اللہ کی نعمتیں جن کا اللہ ﷻ نے وعدہ کیا ہے حقیقت کا روپ دھار لیں گی۔ پہلی اسلامی ریاست اور اس کے شہریوں کے مابین معاہدے (میثاقِ مدینہ) میں واضح طور پر اسلام ہی کو قانون کا ماخذ اور ریاست

میں باہمی تعلقات کی بنیاد بنایا گیا تھا چاہے یہ تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہو یا غیر مسلموں کے ساتھ۔ ہم قرآن وسنت میں ان تمام امور کو دیکھ سکتے ہیں جو کہ حکمران کی ذمہ داریاں ہیں۔ حکمران اسلامی قوانین کی تبنّی کرتا ہے۔ اس کا حکم اسلامی آراء میں اختلاف کو ختم کرتا ہے۔ وہ اپنے معاونین، والیوں، عاملین اور قاضیوں کو مقرر کرتا ہے۔ امیرِ جہاد کی تقرری اور ریاست کے دفاع اور سلامتی کا خیال رکھنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ وہ غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ معاہدات اور تعلقات کا ذمہ دار ہے جس میں دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پھیلاؤ کی ذمہ داری بھی شامل ہے۔ یہ تمام امور واحکامات نبیِ کریم ﷺ اور خلفاءراشدین کے اعمال وافعال سے ثابت ہیں۔

اپنی عوام کے امور کی نگرانی کرنا:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ((**اللهم من ولي من أمر أمتي شيئاً فشق عليهم فاشقق عليه ومن ولي من أمر أمتي شيئاً فرفق بهم فارفق به**)) ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر میں کہتے سنا: اے اللہ! جس نے مسلمانوں کے امور کا بار اٹھایا اور ان پر سختی کی، اُس پر سختی سے پیش آ۔ اور اے اللہ! جس نے مسلمانوں کے امور کا بار اٹھایا اور ان پر نرمی کی، اس سے نرمی سے پیش آ'' (صحیح مسلم)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**ما من وال يلي رعية من المسلمين فيموت و هو غاش لهم الا حرم الله عليه جنة**)) ''ایسا کوئی والی نہیں، جو مسلمانوں کے امور کا نگران ہو اور اُن سے دغابازی کرتے ہوئے مرگیا ہو، سوائے اس کے کہ اللہ اُسے جنت میں جانے سے روک دے گا''۔ (صحیح بخاری)

حکمران کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری یعنی کہ اُمت کی دیکھ بھال کو اچھی طرح جان لے۔ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ ریاست کے شہری بھوکے نہ رہیں، ان کے پاس رہائش ہو اور یہ کہ ان کی دولت، املاک، عقل اور عزت محفوظ ہوں۔ خلفاءِ راشدین کی مثال اپنے سامنے

رکھیئے۔ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت چاروں خلفاءِ راشدین کے مقابلہ میں طویل ترین تھا۔ وہ امت کے معاملات کی نگرانی کیلئے اپنے احساسِ ذمہ داری کے حوالے سے جانے جاتے تھے۔ وہ راتوں کو شہر کی گلیوں میں گشت کرتے تھے کہ لوگوں کے معاملات کی صحیح نگرانی کی جا رہی ہے کہ نہیں۔ کئی واقعات کے بارے میں متعدد روایات سے ہمیں ان گشتوں کا پتہ چلتا ہے۔ جب مدینہ میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے فوری طور پر امدادی کاروائیوں کے احکامات جاری کیئے۔ مصر اور شام کے والیوں کو خوراک بھیجنے کے احکامات روانہ کیئے۔ اور ذاتی طور پر وہ خود بھی اِن معاملات کی دیکھ بھال کرتے رہے جب تک کہ مسئلہ حل نہ ہو جائے۔ عمرؓ بن الخطاب کے ایک قول سے اُن کی اپنی ذمہ داری کے بارے میں جوابدہی کی گہری سمجھ اور احساس کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے؛ انہوں نے کہا، ''اگر عراق کی سرزمین پر (بیت المال کا) ایک جانور بھی پھسل جائے تو عمر سے پوچھ ہوگی کہ اس نے وہاں کی سڑک کی مرمت کیوں نہ کی'' ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے لئے عمرؓ بہت فکر کرتے تھے جیسا کہ ابنِ جنجویہ نے ''کتاب الاموال'' میں روایت درج کیا ہے کہ: حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے ایک بوڑھے آدمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اِس کی وجہ دریافت کرنے پر وہ بوڑھا بولا کہ ''میرے پاس پیسے نہیں اور مجھ سے جزیہ لیا جاتا ہے''، یہ سن کر عمرؓ بولے: ''ہم نے تمہارے ساتھ منصفانہ برتاؤ نہیں کیا، اور تمہاری جوانی کھا لی اور پھر ہم تم سے جزیہ بھی طلب کرتے ہیں''۔ عمرؓ نے اپنے تمام والیوں کو عمر رسیدہ ذمیوں سے جزیہ نہ لینے کی ہدایات جاری کر دی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے اعمال ایک ایسے مسلمان اور ایک ایسے مسلم حکمران جیسے ہیں جو اپنی ذمہ داری اور محاسبہ کا ادراک رکھتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا آنے والا جائز حکمران، یعنی خلافتِ راشدہ الثانی کا خلیفہ انشاءاللہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے نقش قدم پر ہی ہوگا۔

غدار حکمرانوں کا گناہ:

وہ حکمران جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام یا کوتاہی کے مرتکب ہوئے وہ اللہ

تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں نتائج کے بارے میں ان حکمرانوں کو تنبیہ کردی ہے جو کہ نہ صرف اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے بلکہ انہوں نے امتِ مسلمہ کے ساتھ دھوکہ دہی بھی کی۔ انہوں نے قرآن وسنت کی ہدایت کو ترک کر دیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

((اعاذك اللہ من امارة السفهاء قال وما امارة السفهاء قال امراء يكونون بعدي لا يقتدون بهديي ولا يستنون بسنتي فمن صدقهم بكذبهم واعانهم على ظلمهم فاولئك ليسوا منى ولست منهم ولا يردوا علي حوضي ومن لم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم على ظلمهم فاولئك منى وانا منهم وسيردوا على حوضي))

''اللہ تمہیں احمق لوگوں کی قیادت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ ایک صحابی نے پوچھا: کون لوگ احمق قیادت ہوں گے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حکمران جو اس وقت آئیں گے جب میں نہ ہوں گا۔ وہ نہ تو میری ہدایت کی پرواہ کریں گے اور نہ ہی میری سنت پر عمل کریں گے۔ چنانچہ جس کسی نے اُن (احمق لوگوں) کے جھوٹ کی تائید کی اور اُن کے ظلم میں اُن کی مدد کی وہ مجھ میں سے نہیں اور نہ میں اُن میں سے ہوں اور انہیں (قیامت کے روز) میرے حوضِ کوثر پر آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور جس کسی نے نہ تو اُن کے جھوٹ کو مانا اور نہ ہی اُن کے ظلم میں اُن کی مدد کی وہ مجھ میں سے ہے اور میں اُن میں سے ہوں اور وہ (قیامت کے روز) حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔'' **(مسند احمد)**

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لكل غادر لواء عند استه يوم القيامة يرفع له بقدر غدره الا ولا غادر اعظم غدرا من امير عامة))

''قیامت کے دن ہر غدار کے کولہے سے ایک جھنڈا باندھا جائے گا جسے اسکی غداری کے درجے کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ اور جان لو کہ کوئی غداری اس سے بڑھ کر نہیں کہ ایک حکمران اپنی عوام

سے غداری کرے‘‘ (صحیح مسلم)

آج مسلم ممالک کے حکمران، اسلام کے عدم نفاذ کے لئے قابلِ محاسبہ ہیں۔ وہ امت کے معاملات کی دیکھ بھال میں ناکامی کے لیے جوابدہ ہیں۔ وہ اُمت کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ کے لیے جوابدہ ہیں۔ وہ دشمن کفار کے ساتھ اتحاد اور گٹھ جوڑ کرکے امت کا خون بہانے کے لیے، اور اُمت پر ظلم وستم کا بازار گرم کرنے کیلئے جوابدہ ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ عنقریب امت کا خلیفہِ راشد اُنہیں اُن کی گردنوں سے پکڑ کر ریاستِ خلافت کے عدالتی کٹہرے میں لا کھڑا کرے گا، جبکہ آخرت میں ملنے والی ذلت تو اِس سے کہیں بدتر ہے۔

اسلام کے ذریعے حکمرانی امت کا کھویا ہوا وقار لوٹائے گی:

اُمتِ مسلمہ کو درپیش بے تحاشہ مسائل کی جڑ اور اصل سبب یہ ظالم حکمران اور اُن کا نافذ کردہ فاسد کفریہ نظام ہے۔ اِن میں سے دو اہم ترین مسائل امت کی معاشی بدحالی اور عالمی اور خارجی امور میں ذلت ورسوائی ہے۔ مخلص خلیفہ اسلام کا نفاذ کرے گا اور انشاءاللہ ہم حالات میں ایک بہترین تبدیلی دیکھیں گے۔

معاشی بدحالی کا خاتمہ:

دین اسلام ایک جامع اور نقائص سے پاک اقتصادی نظام دیتا ہے، جسے ریاستِ خلافت نافذ کرتی ہے اور جس نے اُمت مسلمہ کو دنیا کے نقشے پر ایک بے مثال معاشی قوت بنا کر اس طرح اُبھارا کہ ایک ہزار سال تک اس کا کوئی مدِ مقابل نہ تھا۔ اور اب بھی خلافت کے ذریعے اسلام کے اقتصادی نظام کا نفاذ ہی ہمیں سستی اور آسانی سے دستیاب توانائی مہیا کرے گا۔

یہ اس لئے کہ خلافت کے اقتصادی نظام میں عوامی ملکیت کی نہ تو نجکاری کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے ریاستی ملکیت بنایا جا سکتا ہے، بلکہ عوام ہی اس کے اصل مالک ہوتے ہیں اور ریاست صرف ان وسائل کے نظم ونسق کی ذمہ دار اور منتظم ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((اَلنَّاسُ شُرَکَاءُ فِیْ ثَلَاثٍ اَلْمَاءُ وَالْکِلَاءُ وَالنَّارُ))

''مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں؛ پانی، چراہ گاہیں اور آگ۔'' **(مسند امام احمد)**

اس حدیث کی رو سے، تمام توانائی کے ذخائر، تیل اور گیس کے کنوؤں سمیت، کوئلے کی کانیں اور بجلی پیدا کرنے والے پلانٹس کی کبھی بھی نجکاری نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ریاست کبھی بھی ان عوامی املاک سے نفع نہیں اٹھا سکتی بلکہ وہ اِن سے معاشرے کے فائدے کو یقینی بناتی ہے۔ یوں بجلی اور ایندھن کی قیمتوں میں نمایاں کمی نہ صرف ہماری راحت کا باعث ہو گی بلکہ ہمارے تباہ حال صنعتی اور زرعی شعبوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑائے گی۔ مزید یہ کہ اسلام خلیفہ پر لازم کرتا ہے کہ اِن عوامی املاک (وسائل) کی برآمدات سے حاصل ہونے والی آمدنی بیت المال میں عوامی ملکیت کی مد میں رکھی جائے اور خلافت کے شہریوں پر ان کے رنگ ونسل، ذات، زبان اور مذہب سے قطع نظر خرچ کی جائے۔

صرف خلافت ہی ہمیں اس کفریہ نظام میں نافذ کمر توڑ ٹیکسوں سے نجات دلائے گی، بیرونی قرضوں سے چھٹکارا دلائے گی اور ساتھ ہی آمدنی کے وسیع ذرائع کے دروازے کھولے گی۔ جمہوریت کے اندر حکمران کو کبھی بھی اور کیسے بھی ٹیکس مسلط کرنے کا جابرانہ حق ہوتا ہے۔ گزشتہ ساٹھ سالوں میں استعمار کے ایجنٹ، فوجی یا سیاسی حکمرانوں نے ٹیکسوں میں محض اضافہ ہی کیا ہے یہاں تک کہ حکومتِ پاکستان کی آمدنی کا آدھے سے زیادہ حصہ جنرل سیلز ٹیکس اور دیگر بالواسطہ ٹیکس ہیں جس نے کروڑوں لوگوں کی زندگی عذاب کر رکھی ہے۔ پھر بھی ایسے عناصر ہیں جو اِن ٹیکسوں کو کئی گنا مزید بڑھانے کے حق میں ہیں حالانکہ اس طرح نہ صرف لوگوں کی زبوں حالی میں اضافہ ہو گا بلکہ اقتصادی سرگرمی کا گلا مزید گھُٹ جائے گا۔ ان شاء اللہ جب حزب التحریر خلافت

قائم کرے گی تو اس کے بعد ہی ہم ان کمر توڑ ٹیکسوں سے نجات پا سکیں گے، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لَا یَدْخُلِ الْجَنَّۃ صاحب مکس))
''ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا'' (مسند احمد)

اس حدیث کے مطابق نہ ریاستِ خلافت خود ہم سے ٹیکس وصول کرنے کی مجاز ہوگی اور نہ ہی IMF اور ورلڈ بینک کی ایما پر ٹیکس لاگو کر سکے گی۔ ریاستِ خلافت کے بیت المال کے محصولات صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہیں۔ اسلام میں لوگوں کی ذاتی املاک کو تحفظ حاصل ہے اور ٹیکس کی شکل میں خلافت عوام کے مال پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتی۔ صرف اللہ کے نازل کردہ احکامات ہی اس کا درست تعین کر سکتے ہیں کہ کون سے ٹیکس منصفانہ ہیں اور کون انہیں دینے کے قابل ہے۔ اسلام کا محصولات جمع کرنے کا اپنا ایک منفرد نظام ہے جس میں عوامی املاک مثلاً تیل، گیس، تانبے اور سونے سے حاصل ہونے والی آمدنی، زرعی پیداوار سے حاصل ہونے والا عشر اور خراج، اور صنعتی پیداوار پر لاگو ہونے والی زکوۃ وغیرہ شامل ہیں۔ ان ذرائع سے حاصل ہونیوالی اسلامی محصولات اتنے اموال پیدا کر دیتے ہیں کہ لوگوں پر کسی قسم کا ظلم کیے بغیر ان کی دیکھ بھال کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک مغرب سے ملنے والے سودی قرضوں کا تعلق ہے تو وہ نہ ہی امداد ہیں نہ معاونت بلکہ صریح بوجھ اور استحصال کا آلہ ہیں۔ یہ سود ہی ہے جس کی بدولت پاکستان اور اس جیسے بہت سے ممالک اصل رقم کئی بار لوٹا دینے کے باوجود بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہیں۔ اس پر مزید ظلم ان قرضوں کا یہ ہے کہ یہ عوامی اثاثہ جات مثلاً معدنیات اور توانائی کی قیمتوں میں اضافے، اسکے علاوہ مزید ٹیکسوں کو لاگو کرنے اور کرنسی سے متعلق ظالمانہ شرائط کے ساتھ ہی ملتے ہیں تاکہ اس ملک کو اپنی اصل صلاحیت بروئے کار لانے کا موقع نہ ملے اور اس طرح بنیادی ضروریات کی اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں اور مہنگائی میں بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے۔ خلافت اس اقتصادی غلامی کو مسترد کر کے اپنے علاقوں میں موجود

بے شماروسائل کے بل بوتے پراس ریاست کو چلائے گی۔ اور یہ اِن جابر حکمرانوں کے غصب کیئے ہوئے اُن اربوں ڈالرز کی دولت کے علاوہ ہوگا جو ریاست عوام کولوٹائے گی جب وہ ان ظالموں کو پکڑ کراُن سے حساب لے گی۔

جمہوریت کی بدولت عوام پر چھائی بے روزگاری کی مصیبت اور مایوسی سے صرف خلافت ہی عوام کو چھٹکارا دلائے گی۔ ہماری عوام کی اکثریت کا تعلق دیہی علاقوں سے ہے اوران کی پہنچ بہترین اور کثیر زرعی ذخائر تک ہے مگر جمہوریت کی حکمرانی میں زمین کی ملکیت اس کی پیداوار سے جدا ہے اوراس طرح جو زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں وہ اس کے مالک نہیں بلکہ اصل مالک کو لیز (اس کا کرایہ) دیتے ہیں۔ لہٰذا گاؤں کے غریب لوگ شہروں میں نوکری تلاش کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ دیہاتوں اور کھیتوں سے حاصل ہونے والی آمدنی ان کی ضرورتوں کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ صرف خلافت کے قیام کے بعد ہی ہم دیہی پیداوار میں اضافہ دیکھ سکیں گے۔اسلام کا حکم اس معاملے میں منفرد ہے۔ اسلام زمین کی کاشت کواس کی ملکیت سے جوڑتا ہےاورزمین کو ٹھیکے پر دینے سے منع کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا:

((من أعمر أرضًا ليست لأحدٍ فهو أحق))

''جواس زمین پر کاشت کرے جو کسی کی ملکیت نہیں تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔''(بخاری)

اسلام میں یہ بھی مقرر ہے کہ اگر کوئی زرعی زمین مسلسل تین سالوں تک کاشت نہیں کی گئی تو وہ اسکے مالک سے واپس لے لی جائے گی۔ جو لوگ زمین کی کاشت کرسکتے ہیں اُن کو ریاستِ خلافت بغیر کسی سود کے امداد یا قرض فراہم کرے گی۔ چنانچہ، کچھ ہی مہینوں کے اندر نہ صرف کاشتکاری اور پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ دیہی علاقوں کی خوشحالی میں بھی گراں قدر اضافہ دیکھنے میں آئے گا۔اور یہ سب روزگار کے اُن نئے مواقعوں کے علاوہ ہے جو صنعتی پالیسی کے نتیجہ میں حاصل ہوگی۔ اس پالیسی کے تحت ریاستِ خلافت کی بھاری صنعتوں،انجن اور بھاری مشینری کی پیداوار کی صلاحیت بڑھائی جائے گی ، کیونکہ خلافت کو عالمی سطح پر بلندترین مقام حاصل

کرنا لازم ہے۔

صرف خلافت ہی موجودہ نظام کی دی ہوئی کمر توڑ مہنگائی سے نجات دلا سکتی ہے جس کی وجہ سے آج ہم بمشکل خوراک، لباس اور گھر حاصل کرنے کے قابل ہیں۔ جمہوریت fiat currency کی سرمایہ دارانہ پالیسی کو نافذ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کرنسی کے کاغذی نوٹ چھاپتی جاتی ہے جس سے ہماری جیبوں میں اور معیشت میں موجود کرنسی کی قیمت گھٹتی جاتی ہے، یوں اشیاء کی قیمتیں اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ لوگوں کیلئے انہیں خریدنا بس سے باہر ہو جاتا ہے۔ روپیہ جو برصغیر پر برطانوی قبضہ سے قبل گیارہ گرام سے زیادہ چاندی کی مالیت کا تھا، آج قریب دو سو سال بعد اس کی مالیت چاندی کے ایک گرام کے نوسویں حصہ (1/900) کے برابر ہے۔ اور کفر کی حکمرانی کے ہر گزرتے ماہ کے ساتھ ساتھ اِس کی مالیت اور قوتِ خرید کم ترین ہوتی جا رہی ہے۔ صرف 000 000 کے خلافت قائم کرنے کے بعد ہی ہم ان بڑھتی ہوئی قیمتوں سے چھٹکارا پا سکیں گے کیونکہ اسلام یہ لازم کرتا ہے کہ ہر سکّہ اور ہر نوٹ کے پیچھے اصلی دولت یعنی سونا یا چاندی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو 4.25 گرام سونے کے دینار اور 2.975 گرام چاندی کے درہم کو بطور کرنسی اپنانے کا حکم دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کی ہزار سال تک ریاستِ خلافت مستحکم قیمتوں سے مستفید ہوتی رہی۔ اور آج بھی یہی معیار ریاستِ خلافت کی کرنسی کو ڈالر اور امریکہ کی اپنے مفاد کی خاطر بنائی گئی سازشوں سے آزاد رکھے گا۔

خارجہ پالیسی کی ذلت کا خاتمہ:

جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے، خلافت حربی کافر ریاستوں سے ہر طرح کے تعلقات اور معاہدات ختم کر کے مسلمانوں پر سے ہر قسم کے غیر ملکی غلبے کا جڑ سے خاتمہ کر دیگی۔ اُن کے سفارت خانے، فوجی اڈے، عسکری اداروں کی رہائشیں بند کر دئے جائیں گے اور ان کے

ساتھ فوجی اور سیاسی روابط بھی منقطع کردیے جائیں گے۔ یہ آج کل کے حالات سے قطعی مختلف صورتحال ہوگی جب فوجی اور سیاسی قیادت میں موجود غدار اللہ کے غضب کے حقدار ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے قابلِ نفرت کفار کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ہماری افواج کو قربان کیا ہے تاکہ اِن دشمنوں کے قدم یہاں جم جائیں، جبکہ کفار نہ تو اتنے بہادر ہیں اور نہ اتنے وسائل رکھتے ہیں کہ خود یہ کام سرانجام دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ... إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾

''اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجو... اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ۔'' (الممتحنہ 1,2:)

طاقت اور وقار کے لئے کفار پر بھروسہ کرنے کے بجائے خلافت تمام مسلم علاقوں کو ایک ریاست کے اندر ضم کر کے حربی کافر ریاستوں کو مکمل طور پر الگ تھلگ رکھتے ہوئے غیر حربی کافر ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرے گی تاکہ انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾

''وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا اُن کے ہاں سے عزت چاہتے ہیں، بے شک ساری عزت تو اللہ ہی کے قبضے میں ہے''۔ (النساء:139)

ان بدعنوان، لٹیرے حکمرانوں نے اللہ اور اس امت کے ساتھ دھوکہ کیا ہے، ان کو ان

کے عہدوں سے ہٹا دینا لازم ہے۔ اور سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس تحریک کی حمایت کریں تا کہ امت کا جائز اور مخلص حکمران، یعنی خلیفہ اور اسلامی ریاستِ خلافت کو قائم کیا جا سکے۔

باب سوئم: حکمران کے بارے میں امت کی ذمہ داری

یہ امت کا حق ہے کہ وہ رضامندی اور پورے اختیار کے ساتھ حکمران کی تقرری کرے۔ خلیفہ مقرر ہونے کیلئے اس منصب کی شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے۔ خلیفہ کو مسلمان، مرد، بالغ، عاقل، عادل، آزاد، اور حکمرانی کا اہل ہونا چاہیے۔ جو ان شرائط پر پورا اترے گا، امت اس کے ہاتھ پر بیعتِ انعقاد کرکے اُسے خلیفہ مقرر کرے گی۔ پھر امت پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہوگا۔ مسلمان اس کے بعد حکمران کی اطاعت اس وقت تک کرتے ہیں جب تک ان کے معاملات قرآن وسنت کے ذریعے حل کئے جاتے ہیں۔ عملی طور پر اس کا مظہر عدالتِ مظالم کی صورت میں ہوتا ہے جو اسلام کے نفاذ سے کسی بھی قسم کی روگردانی کا مسئلہ حل کرتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِيْ الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں تنازع (جھگڑا) ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو'' (النساء :59)

اللہ کی نافرمانی کرنے والے حکمران کی کوئی اطاعت نہیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لا طاعة لمخلوق فی معصیة اللّٰہ))

''اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں''۔**(مسند احمد)**

عبادہؓ بن الصامت سے روایت ہے: **((بایعنا علی السمع و الطاعة فی منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا و اثرة علینا و ان لا ننازع الامر اھله قال الا ان ترو کفرا بواحا عندکم من اللّٰہ فیه برھان))** ''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ پر بیعت دی کہ خوشی و ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی (حکمران کی) اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکمرانی کے معاملے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں گے جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتا نہ دیکھ لیں جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کھلی دلیل ہو۔'' **(بخاری و مسلم)**

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ستكون أمراء فتعرفون وتنكرون، فمن عرف برئ، ومن أنكر سلم، ولكن من رضي وتابع، قالوا أفلا نقاتلهم؟ قال: لا، ما صلّوا))

''ایسے امیر ہوں گے جن کے (بعض کاموں کو) تم معروف پاؤ گے اور (بعض کو) منکر۔ تو جس نے پہچان لیا وہ بری ہوا اور جس نے انکار کیا وہ (گناہ سے) محفوظ رہا۔ لیکن جو راضی رہا اور تابعداری کی (وہ بَری ہوا نہ محفوظ رہا)۔ پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم انہیں تلوار کے ذریعے باہر نہ نکال پھینکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: '' نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں'' **(مسلم)**

اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد اسلام کے ذریعے حکمرانی ہے۔ شریعت کے احکامات

کو نافذ کرنے کی فرضیت کی نشاندہی ''جزو بول کر کُل مراد لینا'' کے قاعدہ سے ہو رہی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے غلاموں کی گردنیں چھڑانے کا حکم دیا ہے جس سے مراد پورے غلام کو آزاد کروانا ہے نہ کہ صرف اس کی گردن کو۔ پہلے خلیفہ راشد ابو بکرؓ کی مثال سے اس کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے جنہوں نے منصبِ خلافت سنبھالتے ہی اپنی پہلے خطبہ میں کہا کہ ''تم میں سے کمزور میرے ساتھ طاقتور ہوں گے جب تک ان کے حق انہیں نہیں مل جاتے اور تم میں سے طاقتور میرے ساتھ کمزور ہوں گے کہ اللہ کے حکم سے جب تک جو حق ان کے ذمہ ہے وہ نہ لے لوں۔ میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ جب میں اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت نہ کرو۔''

ہمارے موجودہ حکمران اپنے آپ کو مسلم اُمت کا جائز حکمران بتاتے ہیں۔ قرآن وسنت کے دلائل کو غلط طریقے سے استعمال کر کے یہ حکمران اُمت کی اسلام سے محبت کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُمت کو دھوکہ دیتے ہیں تاکہ اُمت ان کا محاسبہ کرنے کے لیے یا ان کو ہٹانے کے لیے نہ اُٹھ کھڑی ہو۔ یہ حکمران کی اطاعت کے بارے میں اسلامی دلائل کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں، جبکہ یہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ نہ صرف یہ کہ یہ جائز طریقے (یعنی بیعت کے ذریعے اسلام کی حکمرانی کرنے کے عقد) سے حکمران نہیں بنے ہیں، بلکہ حکومت میں آنے کے بعد یہ ڈھٹائی سے غیر اسلامی نظام ہی نافذ کرتے ہیں۔ چونکہ یہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نافرمان ہیں لہٰذا ان کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ جو بھی ان کی مخالفت میں آواز اُٹھاتا ہے اس کو وہ کہتے ہیں کہ یہ پھوٹ ڈال رہا ہے حالانکہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت ہی کے ذریعے مسلمانوں میں وحدت ممکن ہے۔ اور اپنی بدکرداری سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ حکمران کہتے ہیں کہ چونکہ عوام بری ہے اس لیے حکمران برے ہیں تاکہ لوگ صرف اپنے انفرادی اعمال کی اصلاح میں ہی مصروف رہیں حالانکہ ایک معاشرے کے بگڑنے کی ذمہ داری حکومت اور حکمرانوں پر زیادہ ہے جو افراد میں مزید بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ اسلام کے مخلص حکمرانوں کے لیے

جگہ خالی کرنے کے بجائے یہ چاہتے ہیں کہ اُمت پر مسلط اپنی بدکردار حکمرانی کو طویل کرتے چلے جائیں۔ وہ یہ سبق بھی عوام کو پڑھاتے ہیں کہ سیاست لوگوں کا کام نہیں انہیں صرف اپنے ذاتی احوال یعنی اپنی ذات اور اپنے گھر پر توجہ رکھنا چاہیے۔ جبکہ اسلام حکم دیتا ہے کہ اسلامی سیاسی اعمال یعنی حکمرانوں کا محاسبہ اور اُنہیں **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کیے بغیر ایک مسلمان کی مکمل اصلاح اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی سے نجات ممکن ہی نہیں۔ یہ حکمران اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی اور بدترین گناہوں میں اتنا آگے جا چکے ہیں کہ جھوٹ بولنا ان کے لیے پانی پینے سے زیادہ آسان ہے۔ ان کے گناہوں، ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے انہیں ہرگز یہ حق نہیں کہ ہم سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کریں۔

حکمران کا محاسبہ:

اسلام نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم حکمران کا محاسبہ کریں اور اسے حق پر قائم رکھیں۔ خلافت میں اسلام کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے خلیفہ کا محاسبہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اور خلافت کے قیام سے قبل بھی یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ موجودہ دور کے ظالم حکمرانوں کے گناہوں اور ان کے شر پر خاموش نہ رہیں اور ان کا محاسبہ کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے کسی ایک جرم کو بھی نظرانداز نہ کریں چاہے وہ غیر اسلامی قوانین کا نفاذ ہو یا اُمت کے معاملات سے ان کی لاپرواہی ہو یا کفار سے مل کر سازشیں اور غداری کرنا ہو۔ وہ اللہ کے سخت نافرمان ہیں لہٰذا ہم جہاں کہیں بھی ہیں ہمیں ان کے خلاف ضرور آواز اُٹھانی چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((و الله لتامرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر و لتاخذن على يدى الظالم و لتاطرنه على الحق الطرا و لتقصرنه على الحق قصرا او ليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض ثم ليلعننكم كما لعنهم))

’’قسم اس رب کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑ و اور حق کی طرف موڑ دو اور اس کو حق پر قائم رکھو، ورنہ اللہ تمہارے قلوب کو آپس میں ٹکرائے گا اور تمہیں اسی طرح عذاب دے گا جس طرح بنی اسرائیل کو دیا تھا۔‘‘ (سنن ابو داؤد)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم اللّٰه بعقاب منه))

’’اگر لوگ ایک ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس عمل سے اس کو روکنے کے لیے کچھ نہ کریں، تو قریب ہے کہ اللہ اُن سب کو عذاب دے‘‘ (جامع ترمذی)

اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ستكون أمراء فتعرفون وتنكرون، فمن عرف برئ، ومن أنكر سلم، ولكن من رضي وتابع، قالوا أفلا نقاتلهم؟ قال: لا، ما صلّوا))

’’عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن کے بعض کاموں کو تم معروف پاؤ گے اور بعض کو منکر۔ تو جس نے ان کاموں کو پہچان لیا وہ بری ہوا اور جس نے ان کار کیا وہ گناہ سے محفوظ رہا۔ لیکن جو راضی رہا اور تابعداری کی، وہ نہ تو (گناہ سے) بَری ہوا اور نہ ہی محفوظ رہا۔‘‘ (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((ان اللّٰه عزّ وجلّ لا یُعذب العامة بعمل الخاصة، حتی یروا المنکر بین ظهرانیهم و هم قادرون علی أن ینکروا فلا ینکرونه فإذا فعلوا ذلک عذب اللّٰه الخاصة والعامة))

’’اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو اُن مخصوص لوگوں کی وجہ سے (جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں) تب تک سزا نہیں دیتا جب تک وہ اپنے اندر منکر کو ہوتے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن وہ

اس کو نہ روکیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ ان خاص لوگوں کے وجہ سے ان عام لوگوں کو بھی سزا دے گا‘‘ (مسند احمد)

قیامِ خلافت کے بعد حکمران کے محاسبہ کے عملی وسائل:

محاسبہ کا تصور اسلامی ریاست کے سیاسی ڈھانچہ کا لازمی حصہ ہے۔ حکمران کا محاسبہ ایک عام مسلمان بھی کرتا ہے اور ایسی سیاسی جماعتیں بھی کرتی ہیں جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ حکمران کا محاسبہ مجلس امت کرتی ہے جو امت کے چنے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کا کام خلیفہ کو مشورہ دینا اور خلیفہ کو ان لوگوں کی رائے اور ضروریات سے آگاہ کرنا ہے جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ محکمہ المظالم وہ عدالت جس کا کام ہی خلیفہ سمیت سارے حکمرانوں کے خلاف امت کی شکایات پر شنوائی کرنا اور محاسبہ کرنا ہے۔ ریاستِ خلافت میں اُمت کا کردار غیر فعال نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان کی احساس ذمہ داری اور فکرمندی کی بناء پر ایک متحرک ماحول جنم لیتا ہے جس کی وجہ سے ہر سطح پر اسلام کا درست نفاذ یقینی ہو جاتا ہے۔

حزب التحریر کی خواتین ارکان کی جانب سے نصیحت:

موجودہ کفریہ نظام میں انتخابات یا کسی بھی دوسرے طریقے سے تبدیلی ہمیشہ بدعنوان حکمرانوں کو ہی لائے گی کیونکہ یہ اسلام کے برخلاف حکمرانی ہے۔ یہ نظام خود بدکردار اور بدعنوان حکمرانوں کو جنم دیتا ہے کیونکہ یہ حکمران کو اپنی مرضی اور خواہشات پر چلنے کا اختیار دیکر اللہ ﷻ کے نازل کردہ حرام وحلال کے پیمانے کو پاؤں کے نیچے مسل دیتا ہے۔ یہ نظام بدعنوان حکمرانوں کا ایسا آلہ ہے جس کی مدد سے انہوں نے ہمارے اوپر کافر استعمار کے غلبے کو مستحکم کر رکھا ہے اور اسی آلے کے ذریعے ہمارے یہاں سیاسی کرپشن، معاشی مشکلات اور ذلت آمیز خارجہ پالیسی کا راج ہے۔ اتنے سالوں میں ہماری عوام کے غم و غصّے کے دباؤ نے جمہوری انتخابات یا فوجی انقلابات کے ذریعے کئی بدعنوان حکمرانوں کو ان کے عہدوں سے اُکھاڑ پھینکا ہے لیکن ہم ابھی تک اس کرپٹ اور ظالمانہ نظام کو ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی تبدیلی ابھی تک رونماء نہیں ہوئی۔ بدعنوان حکمرانوں کے ایک ٹولے کی جگہ دوسرا ٹولہ لے لیتا ہے گو کہ محض چہروں کی تبدیلی کے بعد عوام کا غصّہ کچھ دیر کے لیے ٹھنڈا ہو جاتا ہے لیکن چونکہ حقیقی تبدیلی نہیں ہوتی لہٰذا ہمارے غصّے اور بے چینی میں مزید اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ جب تک ہم اپنی بے چینی اور غصّے کو مجتمع کر کے اِس ظالمانہ نظام کو اُکھاڑ کر اس کی جگہ خلافت قائم نہیں کرتے ہمیں وہ تحفظ اور خوشحالی نصیب نہیں ہو سکتی جو ایک خلیفہ راشد کے ہاتھوں اسلام کے نفاذ کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اے پاکستان کی مسلم خواتین!

امت واضح طور پر اپنے وجود کے مقصد یعنی اسلام کی طرف لوٹ آئی ہے۔ اب وقت ہے دین اسلام اور اسکی اُمت کا۔ ہم صرف اللہ ﷻ کی مدد مانگتے ہوئے اور صرف اسی پر بھروسہ کرکے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار کا جواب دے رہے ہیں۔ ہم لوگ مسلمان ہیں جو دنیا کے واحد سچے دین، اسلام اور اسکی اُمت سے گہری اُنسیت اور تعلق رکھتے ہیں۔ مسلم اُمت نے اپنی شاندار تاریخ میں، اللہ ﷻ سے اپنا عہد پورا کرنے اور ہر قیمت پر ظلم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کے بے شمار واقعات رقم کیے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے اس پورے علاقے میں اسلام کی حکمرانی کی خاطر اپنا خون اور پسینہ بہایا ہے۔ دوسو سالوں تک اُنہوں نے کافر برطانوی راج کے خلاف بے خوف ہوکر مزاحمت کی اور اپنے خون سے اس زمین کی آبیاری کی۔ اس مزاحمت نے انگریز کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا، اور اسلام کے نام پر پاکستان قائم ہوا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب مغربی کفار نے عثمانی خلافت کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو انگریزوں کے خلاف مزاحمت کے دوران ہی برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت کو بچانے کے لیے ایک بہت مضبوط تحریک کا آغاز کیا۔ تقسیم ہند کے دوران بھی یہاں کے مسلمانوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اسلام کے تحت زندگی گزارنے کی تمنا میں لاکھوں جانوں کا نذرانہ دیا۔ آج بھی اسلام ہمارے خون میں گردش کرتا ہے یہی ہمارا مقصد حیات ہے اور ہم اسی کی خاطر زندہ ہیں۔ اور اب جبکہ خلافت کا قیام باذن اللہ قریب ہے تو ہم اپنی پوری کوشش اس مقصد میں لگادیں کہ پاکستان ہی خلافت کا نقطہ آغاز بن جائے یا اگر خلافت مسلم دنیا کے کسی اور حصّے میں قائم ہوتو جلد از جلد پاکستان اس میں ضم ہوجائے۔

اے مسلمان ماؤں، بہنو، بیویو اور بیٹیو!

آپ اپنے مسلمان مردوں کو اس بات پر اُبھاریں کہ مساجد میں، سڑکوں پر

اور دیگر عوامی مقامات پر اب یہی نعرہ گونجنا چاہیے کہ '' لوگوں کی مانگ خلافت راشدہ ہے !''۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آنے والی خلافت کے سیاہ اور سفید پرچموں کو عزت اور وقار سے بلند کریں جن پر کلمہ **لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** درج ہوتا ہے۔ اور خلافت کے قیام کے لیے کوشش کرنے کی دعوت کو پہنچانے میں ہم مسلح افواج میں موجود اپنے کسی ایک رشتہ دار کو بھی نہ بھولیں۔ حق پر قائم ایمان والی عورتوں کی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں، اپنے فوجی افسروں، مجاہدین، کہ جو خالدؓ بن ولید اور صلاح الدینؒ ایوبی کے بیٹے ہیں، کی ہمتوں کو بلند کریں کہ وہ آگے بڑھ کر اِن ظالم حکمرانوں کو اُکھاڑ پھینکیں اور اس زمین پر خلافت کی شکل میں اللہ کی رحمت کا سایہ قائم کردیں۔ اس پیغام کو پہنچانے میں ہم کسی خوف اور اندیشوں کی پرواہ نہ کریں کیونکہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سچا ہے:

((الا لا یمنعَنَّ احدکم رهبةُ الناس ان یقول بحقً اذا رآه او شهده، فانه لا یقرّب من اجل ولا یباعد من رزق ان یقول بحق او یذکّر بعظیم))

''لوگوں کا خوف تم میں سے کسی کو حق بات کہنے اور امراء کو نصیحت کرنے سے نہ روکے، جب وہ اسے (حق کو) دیکھ لے یا اس کا گواہ ہو، بے شک حق بات کہنا نہ تو موت کو قریب کر سکتا ہے اور نہ ہی رزق کو دور کر سکتا ہے'' (مسند احمد)

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں جلد فتح نصیب ہو، آمین۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((تکون النبوة فیکم ما شاء اللّٰه أن تکون، ثم یرفعها إذا شاء أن یرفعها، ثم تکون خلافةً علی منهاج النبوة فتکون ما شاء اللّٰه أن تکون، ثم یرفعها. إذا شاء أن یرفعها. ثم تکون ملکاً عاضاً، فیکون ما شاء اللّٰه أن تکون، ثم یرفعها. إذا شاء أن یرفعها، ثم تکون ملکاً جبریةً فتکون ما شاء اللّٰه أن تکون، ثم یرفعها إذا شاء أن یرفعها، ثم تکون خلافةً علی منهاج النبوة، ثم سکت)).

’’تم میں اُس وقت تک نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ نبوت رہے، پھر اللہ جب چاہے گا اسے اُٹھالے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہوگی، تو وہ باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ جب چاہے گا اسے اُٹھالے گا، پھر موروثی حکمرانی کا دور ہوگا، تو وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ جب چاہے گا اسے اُٹھالے گا، پھر جبری اور استبدادی حکومت ہوگی، تو وہ باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اسے اُٹھالے گا جب وہ چاہے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر (دوبارہ) خلافت ہوگی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے‘‘ (مسندِ احمد)